تفسیر و تاویل قرآن

(قسط ۲)

مجلس تفسیر القرآن
(اخوت اکادمی)

کیا علم تاویل خدا سے مختص ہے؟

اس بحث کا آغاز سورہ آل عمران کی آیت ۷ میں کلمہ " و الراسخون " سے ہوتا ہے۔ اگر " والراسخون " میں واؤ کو استینافی مان لیا جائے تو آیت کا معنی یہ بنتا ہے کہ علم تاویل خدا سے مختص ہے اور اگر عاطفہ مان لیا جائے تو اس کا یہ معنی ہوگا کہ خدا کے علاوہ علم میں راسخ لوگ بھی تاویل سے آگاہ ہیں۔

" والراسخون " میں واؤ عاطفہ یا استینافیہ ہونے کے بارے میں مفسرین میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ بعض اسے عاطفہ اور بعض دوسرے اسے استینافیہ قرار دیتے ہیں۔ دونوں گروہوں کے دلائل زیادہ تر اس بارے میں منقولہ روایات اور قرآت پر مبنی ہیں۔ ہم ان میں کچھ کو یہاں ذکر کرتے ہیں۔

☆ وہ روایات جو علم تاویل خدا سے مختص کرتی ہیں۔

۱۔ قال ابن عباسؓ

انزل القرآن علی اربعة احرف - حلال و حرام لا یعذر احد بجهالته و تفسیر تفسره العلما و متشابه لا یعلمه الا اللّٰه و من ادعی علمه سوی اللّٰه تعالٰی فهو کاذب (۳۹)

ابن عباس کہتے ہیں: کہ قرآن چار حروف پر نازل ہوا۔ " حلال " اور " حرام " اس سے جہالت کا کسی سے عذر قبول نہیں کیا جائے گا تیسرا " تفسیر " ہے جو علماء کا کام

ہے اور چوتھا متشابہ ہے جس کو خدا کے علاوہ کوئی نہیں جانتا اور خدا کے علاوہ اگر کوئی اس کا دعوی کرے تو وہ جھوٹا ہے۔

۲۔ قال رسول اللہؐ

لا اخاف علی امتی الاثلاث خصال - ان یکثر المال تحاسد وا فیقتلوا و ان یفتح لھم الکتاب فیاخذہ المومن یبتغی تاویلہ و ما یعلم تاویلہ الا اللّٰہ و الراسخون فی العلم یقولون " (۴۰)

رسول اللہؐ نے فرمایا میں اپنی امت میں صرف تین خصلتوں سے ڈرتا ہوں۔ یہ کہ مال کی کثرت کے باعث ایک دوسرے سے حسد کریں' ایک دوسرے کو قتل کریں اور یہ کہ جب انکے سامنے کتاب کھول دی جائے تو مومن اسے لے اور اسکی تاویل کرے (جبکہ) تاویل تو صرف اللہ جانتا ہے۔

۳۔ قال علیؑ

وَ اعلَم اَنَّ الرَاسِخِینَ فِی الْعِلمِ ھُمُ الَّذِینَ اَغنَاھُم عَنِ اقتِحَامِ السُدَدِ الضروبة دون الغیوب' الاِقرَارُ بِجُملَةِ مَا جَھِلُوا تَفسِیرَہ مِنَ الغیبِ المَحجُوبِ ... (۴۱)

جان لو کہ علم میں راسخ اور استوار وہی لوگ ہیں جنہیں غیب کے پردوں میں درانہ گھسنے سے بے نیاز بنا دیا ہے ان کے اجمالی طور پر اقرار نے' ان تمام باتوں کے ساتھ جن کے غیب کے پردہ میں چھپے ہوئے تفصیلات وہ نہیں جانتے۔

۴۔ ابی بن کعب اس آیت کو یوں پڑھا کرتے تھے۔

" **وَمَا یَعلَمُ تَاوِیلَہُ اِلَّا اللّٰہُ وَ یَقُولُ الرَاسِخُونَ فِی الْعِلْمِ اٰمَنَّا بِہِ** ..." (۴۲)

۵۔ ابن مسعود اسی آیت کو یوں تلاوت فرماتے تھے۔

" **و ان تاویلہ الا عند اللّٰہ و الراسخون فی العلم یقولون آمنا بہ** .... " (۴۳)

☆ دوسری طرف وہ روایات ہیں جو غیر اللہ کے لیے علم تاویل کو ثابت کرتی ہیں۔ مثلاً رسول اکرمؐ نے ابن عباس کے لیے دعا فرمائی۔

" **اللھم فقہ فی الدین و علمہ التاویل** " (۴۴)

اے اللہ اسے دین میں گہری نظر اور تاویل کا علم عنایت فرما!۔

یا خود ابن عباس کا اپنا یہ قول ۔

"اَنَا مِنَ الرَّاسِخِیْنَ فِی الْعِلْمِ وَ اَنَا اَعْلَمُ تَاوِیْلَہٗ" (۴۵)

میں راسخین فی العلم میں سے ہوں اور میں بہترین تاویل جانتا ہوں ۔

اسی طرح ائمہ اہل بیت سے بہت سی روایات مروی ہیں جن میں کہا گیا ہے کہ ہم راسخون فی العلم ہیں اور ہم تاویل جانتے ہیں ۔ مثلاً یہ روایت :

قال الصادقؑ

"نَحْنُ الرَّاسِخُوْنَ فِی الْعِلْمِ وَ نَحْنُ نَعْلَمُ تَاوِیْلَہٗ" (۴۶)

امام صادق (ع) نے فرمایا ہم راسخون فی العلم ہیں اور ہم تاویل جانتے ہیں ۔

ان دو طرح کی روایات کے حوالے سے مندرجہ ذیل صورتیں ممکن ہیں

(i) ۔ ان روایات میں چونکہ تعارض پایا جاتا ہے لہٰذا ہر دو قسم کی روایات کو ترک کرکے مسئلہ کو کسی اور طریقے سے حل کیا جائے ۔

(ii) ۔ ایک قسم کی روایات کو ترجیح دی جائے ۔

(iii) ۔ دونوں طرح کی روایات کو جمع کیا جائے ۔

یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ مفسرین نے ان روایات پر خاصی بحث کی ہے اور ان میں سے بعض روایۃً اور درایۃً اشکالات کیے ہیں ۔ تفصیلات کے لیے تفسیر المیزان ، الاتقان فی علوم القرآن اور التبیان فی تفسیر القرآن کی طرف رجوع کیا جائے ۔

ہماری نظر میں ان روایات کو جمع کرنا ناممکن ہے اس سلسلے میں مندرجہ ذیل امور قابل غور ہیں۔

الف ہم نے مقصودین بالافہام کی بحث میں ثابت کیا ہے کہ قرآن سب انسانوں کے لیے نازل ہوا ہے اور سب اس کے مخاطب ہیں ۔ سب اپنی اپنی صلاحیت اور استعداد کے مطابق اس سے استفادہ کرسکتے ہیں ۔

ب محکمات اور متشابہات کی بحث میں ہم نے کہا ہے کہ متشابہات نسبی ہیں اور قابل ارتفاع ہیں۔ یعنی انہیں محکمات کی طرف پلٹا کر مفہوم سمجھا جا سکتا ہے ۔

ج یہ درست ہے کہ معارف کی ایک سطح تک بہت سے بزرگ علماء متشابہات کے مفاہیم کے تعین کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں لیکن اس میں کوئی شک نہیں اس سلسلے میں بعض ایسے امور بھی ہیں

جن تک رسائی کسی کے بس کی بات نہیں ۔ مثلاً ذات خدا کی کنہ و حقیقت کہ جس کے بارے میں خود رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں :

" مَا عَرَفنَاکَ حَقَّ مَعرِفَتِکَ " (۴۷)

اسی طرح قیامت کے وقت کا تعین اور جزا و سزا کی مقدار کی تشخیص جیسے مسائل ۔

بعید نہیں کہ جن روایات میں علم تاویل کی غیر خدا سے نفی کی گئی ہے ان سے مراد یہی چیزیں ہوں اور جہاں غیر خدا کے لیے ثابت کیا گیا ہے' وہ متشابہ آیات کی تفسیر ہو کیونکہ صدر اسلام میں تاویل کا مشہور معنی تفسیر ہی تھا ۔

پھر یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ اگر متشابہ آیات کی تاویل کا علم خدا سے مختص ہو تو انہیں نازل کرنا عبث ہے ۔

مقصودین بالافہام کون ہیں ؟

فہم قرآن کے سلسلے میں ایک بحث یہ بھی ہے کہ اس کے مقصودین بالافہام اور مخاطبین کون ہیں ؟ اور کیا عام لوگ اس سے استفادہ کرسکتے ہیں یا نہیں ؟

بعض علماء کے نزدیک قرآن فہمی صرف ائمہ اہل بیت سے مختص ہے ۔ لہٰذا ان کا نظریہ یہ ہے کہ قرآن کو سمجھنے کے لیے صرف ان سے منقول تفسیری روایات پر اکتفاء کرنا چاہیے ۔ (۴۸)

کچھ اور علماء کا عقیدہ یہ ہے کہ اس سلسلے میں صحابہ سے منقول روایات سے استفادہ ضروری ہے اور تفسیر قرآن کے بارے میں ان کے اقوال کو ترک کرتے ہوئے کسی اور قول کو ایجاد و اختیار کرنا صحیح نہیں ۔ (۴۹)

پہلے گروہ کے دلائل درج ذیل ہیں ۔

ا ۔ ائمہ طاہرین سے منقول بہت سی روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ مقصودین بالافہام صرف اہل بیت اطہار ہیں لہٰذا فقط وہی قرآن کو سمجھ سکتے ہیں ان روایات میں سے دو یہ ہیں ۔

(i) امام باقرؑ سے منقول ہے کہ آپ نے قتادہ بن دعامہ سے سوال و جواب کرتے ہوئے آخر میں فرمایا :

" یا قتادہ انما یعرف القرآن من خوطب بہ " (۵۰)

اے قتادہ بے شک وہ قرآن کی معرفت رکھتا ہے جو اسکا مخاطب ہے۔

(ii) امام صادقؑ نے اہل عراق کے ایک فقیہ سے فرمایا:

" بای شی تفتیهم قال بکتاب اللّٰه و سنة نبیه قال لقداد عیت علما و یلک ما جعل اللّٰه ذالک الا عند اهل الکتاب الذین انزله علیهم و یلک ما هو الا عند الخاص من ذریته نبینا۔ ص ۔ و ما ورثک اللّٰه من کتابه حرفا اور ما اراک تعرف من کتابه حرفا " (۵۱)

امام صادق نے اہل عراق کے ایک فقیہ سے فرمایا:

تم کہاں سے فتویٰ دیتے ہو ؟ کہا تم کتاب اللہ اور سنت نبوی (ص) سے ۔ فرمایا تم نے علم کا دعویٰ کیاہے افسوس ہو تم پر اللہ نے اس علم کو صرف اہل کتاب کے پاس قرار دیا ہے جن پر اس نے یہ کتاب نازل فرمائی ۔ افسوس ہو تم پر کہ یہ صرف ہمارے نبی (ص) کی ذریت میں سے خاص افراد کے پاس ہے اور اللہ نے تمھیں اس کتاب میں سے کسی حرف کا بھی وارث قرار نہیں دیا اور نہ ہی تم اس کے ایک حرف کی (بھی) معرفت رکھتے ہو ۔

۲ -- بہت سی روایات اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ قرآن میں " ما کان " و " ما یکون " کا علم موجود ہے ۔ نیز اس کے ظاہر کے علاوہ سات یا ستر بواطن ہیں جن تک رسائی آئمہ طاہرین کے علاوہ کسی کے لیے ممکن نہیں ۔

۳ -- قرآن ایک خاص شریعت کا ترجمان ہے لہٰذا اس میں صلوۃ ' حج زکواۃ اور خمس وغیرہ جیسی اصطلاحات کثرت سے پائی جاتی ہیں۔ ان کے کلی احکام مجمل طور پر قرآن میں موجود ہیں جبکہ ان کی تمام حدود و قیود تفصیلاً ذکر نہیں ہوئیں ۔ پس ان کی تشریح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپؐ کے علوم کے وارث ہی کرسکتے ہیں ۔

۴ -- قرآن مجید نے آیات کو دو حصوں میں تقسیم کیا ہے ۔ (i) محکم (ii) متشابہ ۔ متشابہ کے بارے میں فرمایا ہے کہ ان کی تاویل کو خدا اور راسخون فی العلم کے علاوہ کوئی اور نہیں جانتا جبکہ آئمہ طاہرین سے مروی ہے کہ " نَحنُ الرَاسِخُونَ فِی العِلمِ وَ نَحنُ نَعلَمُ تَاوِیلَهُ "

☆ دوسرے گروہ کے علماء کی دلیل یہ ہے کہ صحابہ سے منقول روایات رسول اللہؐ کی تعلیمات پر مبنی ہیں اور بہت بعید ہے کہ تفسیر قرآن کے سلسلے میں انہوں نے کچھ اپنی طرف سے کہا ہو۔

مذکورہ دلائل کے سلسلے میں ہماری معروضات درج ذیل ہیں:

(i) -- اس میں کوئی شک نہیں کہ قرآن مجید پوری انسانیت کے لیے رہتی دنیا تک پیغام ہدایت ہے اس کا سمجھنا اور مختلف قرائن و جوانب کو پرکھ کر اس کے ظواہر پر عمل پیرا ہونا صرف صدر اسلام اور کچھ مخصوص لوگوں سے مختص نہیں۔ اس کا خطاب عام ہے اور یہ سب لوگوں کے لیے چراغ ہدایت ہے لہٰذا ہر عصر نسل کے لوگ اس سرچشمہ نور سے اپنے دور کی ظلمتوں کا مقابلہ کر سکتے ہیں۔ خود قرآن نے اپنا تعارف " بیان للناس " کہہ کر کروایا ہے اور " یایھا الناس " کے خطاب سے پوری انسانیت کو مخاطب قرار دیا ہے۔ پھر جگہ جگہ تدبر، تفکر اور تعقل کی دعوت دی ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:

"اَفَلَا يَتَدَبَّرُونَ الْقُرآنَ اَمْ عَلٰى قُلُوبٍ اَقْفَالُهَا " (۵۲)۔

یہ لوگ قرآن میں (ذرا بھی) غور نہیں کرتے یا ان کے دلوں پر تالے لگے ہوئے ہیں۔

" كِتَابٌ اَنْزَلْنَاهُ اِلَيْكَ مُبَارَكٌ لِيَدَّبَّرُوا اٰيَاتِهِ .... (۵۳)

اے رسول، یہ کتاب جو ہم نے تمہارے پاس نازل کی ہے (بڑی) برکت والی ہے تاکہ لوگ اسکی آیتوں پر غور کریں۔

"كَذَالِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُم الاٰيَاتِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُونَ "(۵۴)

یوں خدا اپنے احکام صاف صاف بیان کرتا ہے تاکہ تم دنیا اور آخرت (کے معاملات) میں غور کرو۔

" اِنَّا اَنْزَلْنَاهُ قُرآنًا عَرَبِيًّا لَعَلَّكُم تَعقِلُونَ "(۵۵)

ہم نے اس قرآن کو عربی میں نازل کیا تاکہ تم سمجھو۔

اسی طرح کی دیگر بہت سی آیات ہیں جن میں قرآن پر غور و فکر کرنے کی دعوت دی گئی ہے۔

(ii) قرآن میں تعقل و تدبر کے بارے میں روایات

قال علی المرتضیٰ

" تعلموا القرآن فانه احسن الحديث و تفقهوا فيه فانه ربيع القلوب و استشفوا بنوره فانه شفاء الصدور .... " (۵۶)

قرآن کی تعلیم حاصل کرو اسلئے کہ وہ بہترین گفتگو ہے اور اس کی گہرائی میں جاؤ کیونکہ وہ دلوں کی بہار ہے اور اس کے نور سے شفاء چاہو کیونکہ وہ دلوں کی شفاء ہے۔

قال الصادق فی قوله تعالٰی یتلونه حق تلاوته۔

امام صادق (ع) نے ارشاد خداوندی " یتلونہ حق تلاوتہ " کے حوالے سے فرمایا۔

یرتلون آیاته یتفهمون معانیه ' و یعملون باحکامه و یرجون وعده و یخشون عذابه و یمثلون قصصه و یعتبرون امثاله و یاتون اوامره و یجتنبون نواهیه و ما هو و اللّٰه بحفظ آیاته و سرد حروفه و تلاوته سوره و درس اعشاره و اخماسه حفظوا حروفة و اضاعوا حدوده و انما هو تدبر آیاته یقول اللّٰه تعالٰی کتاب انزلناه الیک مبارک لیدبروا آیاته " (۵۷)

وہ اسکی آیات ترتیل سے پڑھتے ہیں اس کے معنی میں گہرا غور و فکر کرتے ہیں اور اسکے احکام سیکھتے ہیں اس کے وعدوں کی امید رکھتے ہیں اور اس کے عذاب سے ڈرتے ہیں۔ اور اسکے قصے اپنے سامنے مجسم پاتے ہیں اور اسکے امثال وحکمتوں سے عبرت لیتے ہیں' اس کے اوامر بجالاتے ہیں اور اس کے نواھی سے پرہیز اور اجتناب کرتے ہیں۔

قال علیؑ: **"تدبروا آیات القرآن و اعتبروافانه ابلغ العبر " (۵۸)**

قرآن کی آیات میں تدبر کریں اور نصیحت حاصل کریں کیونکہ ان میں بہترین نصیحت ہے۔

قال علیؑ: **"الا لا خیر فی قراۃ لیس فیها تدبر الا لاخیر فی عباده لیس فیهاتفقه"(۵۹)**

آگاہ رہو کہ اس قرات میں کوئی فائدہ نہیں جس میں تدبر نہیں "اور" آگاہ رہو کہ وہ عبادت انسانوں کے لیے "قطعاً" مفید نہیں جس میں گہرا غور و فکر نہیں۔

(iii) ان آیات و روایات کے پیش نظر گذشتہ دو روایات کی حدود اور مفہوم کا تعین ہو جاتا ہے اور وہ یہ کہ قرآن کے ظاہر و باطن کو پوری طرح کما حقہ رسول اکرمؐ اور ان کے اہل بیت ہی سمجھ سکتے ہیں کیونکہ "صاحب البیت ادری مافی البیت" ۔گھر والا زیادہ بہتر جانتا ہے گھر میں کیا ہے۔

البتہ یہ بھی ایک نا قبل انکار حقیقت ہے قرآن کے کچھ ظاہری معانی بھی ہیں کہ جنہیں لغت عرب اور اس کے اسلوب کا جاننے والا ہر شخص سمجھ سکتا ہے اور قرآئن و مویدات کو تلاش کرنے کے بعد اس پر عمل کر سکتا ہے۔ اسی نظریے کا اظہار آیت اللہ العظمٰی خوئی نے اپنی کتاب " البیان فی تفسیر القرآن " میں بھی کیا ہے۔

رہی بات احکام کی تفصیلات اور حدود و قیود کی کہ جس کا اجمال قرآن حکیم میں موجود ہے تو اس سلسلے میں سوائے استثنائی اقوال کے اتفاق امت ہے کہ یہ رسول اکرم ﷺ کی ذات گرامی سے مختص ہیں۔ تاہم ہر دور کی ضروریات اور مقتضیات کے مطابق ان احکام کی دائمی اور وقتی حدود کا تعین ضروری ہے۔

یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ قرآن میں آیات الاحکام پورے قرآن کا ۱۳ فیصد ہیں۔

☆ محکمات اور متشابہات کے بارے میں ہم نے الگ سے بحث کی ہے۔

تفسیری روایت کے بارے میں ہماری معروضات درج ذیل ہیں۔

۱۔ تفسیری احادیث کی ایک خاصی تعداد سند کے لحاظ سے تحقیق کے معیار پر پوری نہیں اتری۔

۲۔ کچھ احادیث کے بارے میں محققین کی رائے یہ ہے کہ وہ اسرائیلیات میں سے ہیں۔

۳۔ جن احادیث میں شان نزول ذکر کیا گیا ہے اولاً تو خود ان میں اختلاف پایا جاتا ہے ثانیاً اگر وہ درست ثابت بھی ہو جائیں تو وہ صرف مصادیق بتاتی ہیں نہ کہ تفسیر۔

۴۔ اسی طرح کچھ اور روایات میں آیات کے مصادیق ذکر ہوئے ہیں۔

۵۔ جدید دور کے جدید تقاضوں کے پیش نظر ان روایات کی تعداد بالکل محدود ہے۔ پھر یہ ضروریات زمانہ سے بھی ہم آہنگ نہیں ہیں۔

یہ درست ہے کہ بعض احادیث ہمہ گیر پہلوؤں کی حامل ہیں کہ جن سے آیات کے مفاہیم کو سمجھنے میں مدد ملتی ہے۔ اہل بیت سے ایسی بہت سی روایات منقول ہیں۔ تاہم یہ امر بھی اپنی جگہ حقیقت ہے کہ تناسب کے اعتبار سے کم آیات ایسی ہیں جن کے بارے میں صحیح یا مستفیض روایات مروی ہیں۔

حجیت ظواہر قرآن

علم اصول میں ظواہر الفاظ کی حجیت پر خاصی بحث کی گئی ہے اور اصولی علماء نے قاطع دلائل سے

ان کی حجیت کو ثابت کیا ہے تاہم بعض علماء ظواہر قرآن کی عدم حجیت کے حق میں دلائل پیش کرتے ہیں ۔ ان کے اہم دلائل اور ان کا مختصر جواب ہم ذیل میں ذکر کرتے ہیں ۔

(i) ۔ فہم قرآن رسول اللہؐ اور آئمہ ھدیٰ یا صحابہؓ سے مختص ہے ۔ اس سلسلے میں ہم " مقصودین بالافہام کے ذیل میں اپنا تجزیہ پیش کرچکے ہیں ۔

(ii) ۔ قرآن میں متشابہات موجود ہیں ۔ اس بارے میں " محکم و متشابہ " کے زیر عنوان بحث کی جا چکی ہے ۔

(iii) ۔ تفسیر بالرائے سے ممانعت کی گئی ہے ۔ " تفسیر بالرائے " کے زیر عنوان ہماری گفتگو سے ثابت ہوتا ہے کہ اس سے مراد تمسک بہ ظواہر نہیں ہے ۔

علاوہ ازیں قرآن میں تدبر کی دعوت خود قرآن حکیم نے دی ہے ۔ نیز قرآن نے چیلنج کیا ہے کہ اس جیسی دس یا ایک سورہ بنا لاؤ جو اس امر پر دال ہے کہ عرب اس کے ظاہری معانی کو سمجھتے ہیں ۔ دوسری طرف روایات میں بھی ہے قرآن سے تمسک کا حکم دیا گیا ہے اور روایات کی درستی کا معیار قرآن حکیم کو قرار دیا گیا ہے ۔ یہ سب امور عام لوگوں کے لیے ظواہر قرآن کی حجیت کو ثابت کرنے کے لیے کافی ہیں ۔

دیگر علمائے کرام کے علاوہ آیت اللہ خوئی نے " البیان " میں اس مسئلے پر سیر حاصل گفتگو کی ہے اور عدم حجیت کے قائلین کو قائع کنندہ جوابات دیئے ہیں ۔

بطون قرآن

بطون قرآن کا ذکر بہت سی روایات میں ملتا ہے ۔ ہم ان میں سے کچھ کو یہاں ذکر کرتے ہیں ۔

۱ -- قال رسول اللہؐ

" مَا اَنْزَلَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ آيَةً اِلَّا لَهَا ظَهْرٌ وَ بَطْنٌ وَ كُلُّ حَرْفٍ حَدٌّ وَكُلُّ حَدٍّ مُطَّلَعٌ " (٦٠)

۲ -- قال رسول اللہؐ

" وَ لَهُ ظَهْرٌ وَ بَطْنٌ فَظَاهِرُهُ حُكْمٌ وَ بَاطِنُهُ عِلْمٌ " (٦١)

رسول اللہ نے فرمایا اسکا ظاہر و باطن ہے بس اسکا ظاہر حکم اور باطن علم ہے ۔

۳ -- قال علی

" ظاہرہ انیق و باطنہ عمیق " (۶۳)

حضرت علی نے فرمایا " اسکا ظاہر بہت وسیع، بلند ہے اور اسکا باطن بہت گہرا ہے "۔

۴ -- قال الباقرؑ

"ان للقرآن بطناو للبطن بطن و لہ ظہر و للظہر ظہر ... الخ " (۶۳)

امام باقر (ع) نے فرمایا بے شک قرآن کا باطن اور اس باطن کا بھی باطن اسکا ظاہر اور اس ظاہر کے لیے بھی ایک ظہور ہے ۔

۵ -- قال الصادقؑ

"القرآن ظاہرہ تقریع و باطنہ تقریب " (۶۴)

امام صادق (ع) نے فرمایا "قرآن کا ظاہر آگ کی طرح روشن اور اسکا باطن سمندر کی طرح گہرا ہے ۔

۶ -- قال علیؑ

"مَا مِنْ آیۃٍ وَ لَھَا اَرْبَعۃُ معانٍ ظَاھِرٌ وَ بَاطِنٌ وَ حَدٌّ و مُطلعٌ فَالظَاھِرُ التّلاوۃُ وَ الْبَاطِنُ الفَھْمُ وَ الْحَدُّ ھُوَ اَحْکَامُ الحَلالِ وَ الْحَرَامِ وَ الْمُطَّلَعُ ھُوَ مَرادُ اللّٰہِ مِنَ الْعَبْدِ بِھَا " (۶۵)

حضرت علی نے فرمایا : قرآن کی کوئی ایسی آیت نہیں مگر اس کے لئے چہار معانی (مرتبے) ہیں - الف ظاہر ب- باطن ج- حد د- مطلع، ظاہر قرآن، تلاوت ہے - باطن قرآن فہم ہے اور حد حلال و حرام کے احکام ہیں اور مطلع وہ ہے کہ جو اللہ اپنے بندے سے چاہتا ہے۔

۷ -- قال الباقرؑ

" ظَھرُہُ تَنْزِیلٌ وَ بَطِنُہُ تَاوِیلٌ مِنْہُ مَا مَضٰی وَ مِنْہُ مَا لَمْ یَکُنْ بَعْدَ یَجْرِی کَمَا یَجْرِی الشَّمْسُ وَ الْقَمر .... الخ " (۶۶)

امام باقرؑ نے فرمایا : قرآن کا ظاہر تنزیل ہے اور اس کا باطن تاویل ہے ان میں سے بعض امور گزر چکے ہیں اور بعض ابھی نہیں گزرے۔ ان کا سلسلہ ایسے ہی جاری رہتا ہے جیسے سورج اور چاند

اس میں کوئی شک نہیں کہ قرآن لسان عرب میں نازل ہوا " وَ هٰذَا لِسَانٌ عَرَبِيٌّ مُّبِيْنٌ " (٦٧) اور اعجاز کی حد تک تو اسے بھی آسان بنا دیا گیا۔ وَ لَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ (٦٨)۔ اور " بیان للناس " کہہ کر سب انسانوں کو دعوت فکر دیتا ہے اب اس کے مخاطبین میں ہر طرح کے لوگ شامل ہیں۔ ظاہر ہے کہ لوگوں کی صلاحیتوں اور استعداد میں فرق ہوتا ہے قرآن جو دنیا و آخرت کی سعادت کا ضامن ہے اور " تبیاناً لکل شيٍ " ہے۔ اس نے اپنی تعلیمات عالیہ کو عام فہم اور سادہ طریقے سے بیان کیا ہے تاکہ سب لوگ اس سے مستفید ہو سکیں۔ البتہ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ مفاہیم و معارف کی وسعت کے پیش نظر اس کے فہم و ادراک کے لیے مراتب و درجات ہوں۔ عام و سادہ معارف ظاہری الفاظ سے قابل فہم ہوں اور دقیق معارف ان ظواہر کے پیچھے چھپے ہوئے ہوں۔ تاکہ ہر شخص اپنے فہم و شعور اور صلاحیت و استعداد کے مطابق قرآن سے استفادہ کر سکے۔ اس طرح جو شخص جتنی گہری سوچ کا حامل ہوگا وہ اتنے ہی عمیق معانی اور دقیق معارف تک پہنچے گا۔

یہ بھی اپنی جگہ حقیقت ہے کہ قرآن کے ظواہر حجت ہیں اور جیسا کہ روایات سے ظاہر ہوتا ہے عام لوگ اس کے مکلف ہیں اور قرآن کے ماننے والے سب لوگوں کے لیے یہی قدر مشترک ہے۔ اس کے فہم کے لیے کسی لمبی چوڑی تمہید کی ضرورت نہیں۔

ایک اور چیز جو روایات سے اخذ کی جا سکتی ہے وہ یہ ہے کہ بواطن کا تعلق ایمانیات سے ہے جبکہ عملی پہلوؤں پر خود ظواہر دلالت کرتے ہیں۔

تفسیر بالرائے

تفسیر قرآن کے حوالے سے ایک معرکۃ الاراء موضوع تفسیر بالرائے ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ بہت سی روایات میں اس کی مذمت اور ممانعت وارد ہوئی ہے لیکن اس سے مراد کیا ہے؟ اس کی حدود کہاں تک ہیں؟ اور کیا کچھ اس سے استثناء ہے؟ اس بارے میں علماء کی آراء مختلف ہیں۔ پہلے اس بارے میں چند روایات ذکر کرتے ہیں، اس کے بعد اقوال علماء کی طرف اشارہ کریں گے جبکہ آخر میں ہم اپنے نظریہ کے ساتھ نتیجہ خیز بحث کریں گے۔

روایات

(الف)۔ قال رسول اللّٰہؐ

" مَنْ فَسَّرَ الْقُرْآنَ بِرَأْيِهِ فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ " (٦٩)

جس نے اپنی رائے سے تفسیر قرآن کی اوندھے منہ جہنم میں گرنے کے لیے آمادہ ہوجائے ۔

" **من فسر القرآن برایه فقد گفتری علی اللّٰه الکذب** " (۷۰)

جس نے اپنی رائے سے قرآن کی تفسیر کی پس اس نے اللہ پر جھوٹ باندھا ۔

" **من فسر برایه فاصاب الحق فقدا خطاء** " (۷۱)

جس نے اپنی رائے سے تفسیر کی اور وہ حق تک پہنچ گیا پس اس نے خطاء کی ۔

(ب)۔ قال الصادقؑ

" **من فسر القرآن برایه ان اصاب لم یوجر و ان اخطاء و هو ابعد من السماء** " (۷۲)

جس نے اپنی رائے سے تفسیر کی اور وہ حق تک پہنچ گیا تو اسے اجر نہیں ملے گا اور اگر اس نے خطاء کی تو وہ آسمان سے بھی بہت دور ہے ۔

" **من فسر القرآن برایه فاصاب لم یوجر و ان اخطاء کان اثمه علیه** " (۷۳)

جس نہ اپنی رائے سے قرآن کی تفسیر کی پس اگر حق تک پہنچ گیا تو اس کو اجر نہ مل پائے گا اور اگر اس نے خطاء کی تو اس کا گناہ اس پر ہے ۔

(ج)۔ قال رسولؐ اللّٰہؐ

"**من تکلم فی القرآن برایه فاصاب فقد اخطاء** " (۷۴)

جس نے اپنی رائے سے قرآن کے بارے میں کلام کیا اور وہ حق تک پہنچ گیا تو پس اس نے خطاء کی ۔

اقوال علماء :

صدر المتالھین اپنی کتاب مفاتیح الغیب میں فرماتے ہیں :

" **و اما قوله من فسر القرآن برایه و النهی عنه فیحمل علی احد الوجهین - الاول ان یکون فی شی رای الیه میل من طبعه و هواه فیتاول القرآن علی و فق رایه فیکون قد فسر برایه ای الیه رایه حمله علی هذا و لو لا رایه لما ترجح عنده هذا و الوجه الثانی ان یتسارع الی تفسیر القرآن بمجرد العربیه**

من غير استفسارها بالسماع و النقل فيما يتعلق بقراته و ما فيه من الفاظ المبهمته و ما فيه من الحذف و الاضمار و التقديم و التاخير و الاختصار و اکثر المفسرین غیر العرفاء منهم فی هذا الخطر "

یہ فرمان کہ جس نے قرآن کی تفسیر بالرائے کی جبکہ اس سے منع کیا گیا تو یہاں دو میں سے ایک صورت ممکن ہے پہلی یہ کہ کوئی شخص اپنی طبیعت اور نفس کے میلان کے مطابق اسمیں اظہار نظر کرے پس وہ قرآن کی تاویل اپنی رائے کے مطابق کرتا ہے یوں اس نے تفسیر بالرائے کی گویا اپنی رائے کو اس پر حمل کیا اگرچہ اسکی رائے اپنے نزدیک (بھی) یہاں رجحان نہ رکھتی ہو۔ دوسری صورت یہ ہوسکتی ہے کہ وہ قرآن کی تفسیر کے لیے جلد بازی سے کام لیتا ہے صرف اس لیے کہ عربی جانتا ہے جبکہ اس نے قرات، اس میں موجود مبہم الفاظ اور حذف، اضمار، تقدیم، تاخیر، اختصار (جیسے موضوعات) کے بارے کوئی استفسار نہیں کیا ہوتا کہ (آج تک) کیا سنا گیا یا کونسے اقوال ہیں اور اکثر مفسرین اس بارے میں کوئی معرفت نہیں رکھتے۔

فیض کاشانی اور علامہ نیشاپوری نے بھی اسی سے ملتا جلتا نظریہ پیش کیا ہے۔ صاحب کشف الظنون نے تفسیر بالرائے کی قسمیں بیان کی ہیں۔

(i) ۔ ان علوم کے بغیر تفسیر قرآن شروع کرنا جو تفسیر کے لیے ضروری ہیں۔

(ii) ۔ متشابہات کی تفسیر کرنا جن کا علم خدا کے علاوہ کوئی نہیں جانتا۔

(iii) ۔ فاسد مذہب کے مطابق تفسیر کرنا اور آیات کی اس کے مطابق تاویل کرنا۔

(iv) ۔ استحسان اور ہوائے نفس کے زیر اثر تفسیر کرنا۔

آیت اللہ العظمیٰ خوئی اس بارے میں فرماتے ہیں:

" ممکن ہے تفسیر بالرائے سے مراد یہ ہو کہ آئمہ کی طرف رجوع کیے بغیر جو قرآن کے ہم پلہ اور واجب الاطاعت ہیں الگ سے اپنی رائے کے مطابق فتویٰ دیا جائے مثلاً اگر کوئی شخص قرآن میں موجود کسی عام یا مطلق پر فوراً عمل کرے اور روایات آئمہ سے مخصص اور مقید کو تلاش نہ کرے تو یہ تفسیر بالرائے ہوگی۔ (۷۵)

اس سلسلے میں حضرت امام خمینیؒ کے نظریات کا خلاصہ یہ ہے کہ تفسیر بالرائے آیات الاحکام سے

مربوط ہے کیونکہ احکام الہی انسانی آراء کی دسترس میں نہیں اور قیاس و استحسان سے انہیں نہیں سمجھا جا سکتا لہٰذا انہیں تعبداً خازنان وحی سے اخذ کرنا چاہیے ۔ " دین اللّٰہ لا یصاب بالعقول " میں دین سے مراد احکام تعبدیہ ہیں ۔ " لیس شی ابعد من عقول الرجال من تفسیر القرآن " سے مراد بھی یہی احکام ہیں۔ (۷۶)

علامہ طباطبائی اس بارے میں فرماتے ہیں :

" فالتفسیر بالرای المنھی عنہ امر راجع الی طریق الکشف دون المکشوف و ببعبارۃ اخری انما نھی علیہ السلام عن تفھم کلامہ علی نحوما یتفھم کلام غیرہ و ان کان ھذا النحو من التفھم ربما صادف الواقع ...."

" لمحصل ان المنھی عنہ انما ھو الاستقلال فی تفسیر القرآن و اعتماد المسفر علی نفسہ من دون رجوع الی غیرہ " (۷۷)

پس تفسیر بالرائے جس سے منع فرمایا گیا ہے یہ کشف کے طریقے اور راستے سے مربوط ہے نہ کہ وہ چیز جو کشف ہوئی ہے دوسرے الفاظ میں حضرت صادقؑ نے اس انداز سے (کلام اللہ کو) سمجھنے سے منع فرمایا ہے جیسے کسی دوسرے کی بات کو سمجھتے ہیں اس طرح اگرچہ آپ کبھی حقیقت مطلب تک پہنچ جائیں ...

خلاصۂ مطلب یہ کہ جس سے منع فرمایا گیا ہے وہ یہ کہ تفسیر قرآن کو مستقل اور الگ ہو کر کرنا اور مفسر کا بغیر کسی دوسرے کی طرف رجوع کے لئے صرف اپنی ذات پر اعتماد کرنا ہے ۔

مذکورہ روایات اور اقوال علماء کے پیش نظر تفسیر بالرائے میں ہم درج ذیل نتیجہ اخذ کرسکتے ہیں :

وہی دلیل جو ضرورت وحی کے لیے پیش کی جائے اس بات کی متقاضی ہے کہ انسان ضرورتاً اور اپنی احتیاج کے لیے وحی کی طرف رجوع کرے اور وہ ہدایت اور وہ کمال جو انسان کو وحی کے بغیر حاصل نہیں ہوسکتا' اس کے لیے وہ قرآن کی طرف آئے نہ یہ کہ وحی سے بے نیاز ہو کر جو نظریات اس نے اپنائے ہیں ان کی تائید کے لیے وحی کا سہارا لے ۔

عقل انسان ہدایت اور کمال کے ہر مرحلے کے لیے کافی ہوتی تو وحی کی کوئی احتیاج نہ ہوتی ۔ لہٰذا تفسیر بالرائے سے منع کرتے ہوئے احادیث میں جو لہجہ اختیار کیا گیا ہے اور جو الفاظ استعمال ہوئے ہیں

16

ان سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ انسان آتش دوزخ سے بچنے کے لیے اور وحی کے حضور عجز کا اعتراف کرتے ہوئے حاضر ہو ورنہ وہ تفسیر بالرائے کا مرتکب ہوگا اور یہی فلسفہ ہے آیات احکام کو من و عن مخازن وحی سے قبول کرنے کی دعوت کا جو امام خمینی نے دی ہے ورنہ اس میں کوئی شک نہیں کہ تفسیر بالرائے سے ممانعت کا مقصد یہ نہیں کہ انسان تقویٰ الٰہی اختیار کرتے ہوئے اور اپنے تئیں محتاج ہدایت سمجھتے ہوئے قرآن حکیم کی طرف رجوع ہی نہ کرے۔

حاصل کلام :-

چند اہم امور کے زیر عنوان جو سوالات اٹھائے گئے تھے ان کا جواب در حقیقت صفحات ما قبل میں مختلف مقامات اور مختلف عبارات میں آگیا ہے تاہم مطالب کو جمع کرتے ہوئے ہم نتائج بحث آپ کی خدمت میں پیش کرتے ہیں۔

الف -- کیا قرآن مجید کی تفسیر و تاویل عام انسانوں کے لیے مقدور ہے ؟ عقلی اور نقلی دلائل سے یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ قرآن حکیم عام انسانوں سے خطاب کرتا ہے اور اس کا ظہور سب کے لیے حجت ہے وہ بیان للناس اور عربی مبین کا مصداق ہے۔ تاہم عام انسان بھی فکر و تدبر، محنت و ذہانت اور صلاحیت و استعداد کے لحاظ سے یکساں نہیں۔ علاوہ ازیں جبریل امین یہ کلام لے کر قلب رسول اللہؐ پر اترے ہیں لہٰذا محمد مصطفیٰؐ سے بہتر کوئی اس کی تفسیر و تاویل سے آگاہ نہیں اور اس میں کوئی شک نہیں کہ حضرت علیؑ اور آپؑ کی اولاد سے چند مصطفیٰ بندے علم رسولؐ کے وارث ہیں اور عام لوگ مقام علمی میں ان تک نہیں پہنچ سکتے۔

ب -- کیا اصلاً اس کام کی ضرورت بھی ہے ؟

تفسیر و تاویل کا سلسلہ زمانہ نزول قرآن سے جاری ہے اور اس ضرورت سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ کبھی کبھی ناسخ و منسوخ کے مسئلے کو حل کرنے کے لیے اور کبھی متشابہات کو محکمات کی طرف پلٹانے کے لیے کبھی انسانی افکار کا پڑا ہوا حجاب قرآن کے نورانی چہرے سے ہٹانے کے لیے اور کبھی نئے پیدا ہونے والے مسائل کی گتھیوں کو سلجھانے کے لیے اور مشکلات کی گرہ کو کھولنے کے لیے فکر بلیغ، نگاہ بصیر اور زبان رسا کے حامل عبادالرحمٰن کی ضرورت ہر دور میں ہوتی ہے کہ جو تفسیر و تاویل کی مشکل وادی میں بارگاہ الٰہی سے استمداد کرتے ہوئے خلوص کے ساتھ قدم رکھیں اور بندگان خدا تک حتیٰ الوسع مطالب و معارف قرآن پہنچانے کی سعی جمیل کریں۔

ج -- اگر مقدور ہے تو کس حد تک ؟

ظاہر ہے قرآن مجید کے ان تمام حقائق و معارف تک رسائی جو رسولؐ خدا آپ کے علم کے خاص وارثوں کو حاصل تھی وہ کسی اور کے لیے ممکن نہیں تاہم قرآن مجید کی تدبر ' تفکر اور تعقل کی دعوت کے پیش نظر یہ کہا جاسکتا ہے کہ یہ دروازہ سب کے لیے کھلا ہے لہٰذا جو شخص بھی ضروری علوم پر تسلط کے علاوہ طہارت ظاہری و باطنی کے ساتھ قرآن کی بار گاہ میں خاضعانہ حاضر ہوگا اور اس بحر معارف میں جس قدر غوطہ زن ہوگا اتنا ہی اس کے معارف اور اسرار و رموز سے آگاہی حاصل کرسکے گا۔

د -- ایک حقیقی مفسر قرآن کی شرائط کیا ہیں ؟

i -- قرآن کے لب و لہجے اور اس کی زبان سے آگاہ ہو ۔ اس کے استعاروں ' تشبیہوں ' مثالوں اور مصداقوں کی پہچان رکھتا ہو ۔

ii -- قرآن کے بارے میں ضروری علوم پر عبور رکھتا ہو ۔

iii -- عصر نزول کے معاشرے کی خصوصیات اور رسم و رواج سے کاملاً آشنا ہو ۔

iv -- ما قبل اسلام کی تاریخ کو ضروری حد تک جانتا ہو' خصوصاً وہ تاریخ جس کے حوالے قرآن حکیم میں دیئے گئے ہیں ۔

v -- دیگر ادیان اور ان کی کتب کے بارے میں معلومات رکھتا' ہو خصوصاً جن ادیان کا ذکر قرآن میں آیا ہے ۔

vi -- تفسیری روایات اور علم حدیث و درایہ سے آشنا ہو ۔

vii -- اس کا یہ کلام اللہ کی رضا اور خوشنودی کے لیے ہو اور قرآن کے سامنے خضوع و خشوع سے حاضر ہو ۔

viii -- پرہیزگار اور متقی ہو ۔

ix -- قرآن کی غلط تفسیر و تاویل سے آگاہ ہو تاکہ اس کے مقابلے میں صحیح تفسیر پیش کرسکے اور قرآنی معارف کا حقیقی چہرہ سامنے لاسکے۔

x -- زمان و مکان کے تقاضوں سے آگاہ ہو تاکہ ان کے پیش نظر قرآنی تعلیم کی تبیین کرسکے ۔

xi -- قرآنی اصول و فروع اور محکم و متشابہ کی پہچان رکھتا ہو نیز فروع کو اصول کی طرف اور متشابہ کو

محکم کی طرف پلٹا سکتا ہو۔

xii -- ناسخ و منسوخ کے بارے میں مختلف نظریات اور دعاوی پر اس کی نظر ہو اور ان کے بارے میں کلی و جزئی امور کے بارے میں اپنی سوچی سمجھی رائے رکھتا ہو۔

حوالہ جات

(۳۹) تفسیر المیزان ج - ۳

(۴۰) تفسیر ابن کثیر از معجم کبیر

(۴۱) نہج البلاغہ خطبہ - ۹۱

(۴۲) تفسیر المیزان ج - ۳

(۴۳) مدرک سابق

(۴۴) تفسیر ابن کثیر

(۴۵) مدرک سابق

(۴۶) تفسیر صافی ج - ۱ ' ص - ۲۰

(۴۷) بحار الانوار ج- ۶۶ ' ص - ۲۹۲

(۴۸) یہ عقیدہ اخباری علماء کا ہے

(۴۹) اہل سنت میں سے بعض کا عقیدہ یہ ہے المیزان ج - ۳

(۵۰) فروع کافی ج - ۸ ' ص - ۳۱۲

(۵۱) تفسیر صافی ج - ۱ ' ص - ۲۲ (عن علل الشرائع)

(۵۲) سورہ محمد- ۲۴

(۵۳) سورہ ص :ص- ۲۹

(۵۴) سورہ بقرہ ۹: [illegible]

(۵۵) سورہ یوسف ۲:

(۵۶) نہج البلاغہ خطبہ- ۱۱۰' بحار ج- ۲' ص- ۳۶

(۵۷) تنبیہہ الخواطر ص - ۴۶۳

(۵۸) غرر الحکم

(۵۹) بحار الانوار ج - ۹۲ ' ص - ۲۱۱

(۶۰) میزان الحکمہ ج - ۸ ' ص - ۹۴

(۶۱) تفسیر المیزان ج - ۳ ' ص - ۱۷ ' عن الصادقؑ

(۶۲) نہج البلاغہ خطبہ - ۱۸

(۶۳) میزان الحکمہ ج- ۸ ' ص - ۹۵ (بحار ج - ۹)

(۶۴) میزان الحکمہ ج - ۸ ' ص - ۹۵

(۶۵) تفسیر المیزان ج - ۳

(۶۶) مصدر سابق

(۶۷) النحل - ۱۰۳

(۶۸) القمر - ۲۲

(۶۹) تفسیر صافی ج - ۱ ' ص - ۳۲

(۷۰) تفسیر المیزان ج - ۳

(۷۱) تفسیر صافی ج - ۱ ' ص - ۳۲

(۷۲) مصدر سابق

(۷۳) بحار الانوار ج - ۹۲ ' ص - ۱۰۰

(۷۴) بحار الانوار ج - ۹۲ ' ص - ۱۱۱

(۷۵) البیان ص - ۲۶۵

(۷۶) آداب الصلواۃ

(۷۷) تفسیر المیزان ج - ۳

☆☆☆☆☆☆